حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادی رح

(قسط ۵)

عون المعبود کا مصنف کون ہے

عموماً یہ بات مشہور ہے کہ اس بلند پایہ شرح کے مصنف علامہ شمس الحق ڈیانوی ہیں۔ مگر عون المعبود کے جلد اوّل اور ثانی کے خاتمہ سے مترشح ہوتا ہے کہ غایۃ المقصود کی تلخیص واختصار المسمی بہ عون المعبود کا کام علامہ ڈیانوی رحمۃ اللہ کے بھائی مولانا ابوعبدالرحمن شرف الحق المعرف بہ محمد اشرف رح نے کیا ہے۔ چنانچہ جلد اوّل کے دیباچہ میں بھی تصریح ہے کہ۔

اما بعد فیقول العبد الفقیر الی اللہ ابوعبدالرحمن شرف الحق الشھیر بمحمد اشرف بن امیر بن علی بن حیدر الصدیقی العظیم آبادی ان ھذہ الفوائد المتفرقۃ والحواشی النافعۃ ... وسمیتھا بعون المعبود علی سنن ابی داؤد تقبل اللہ منی" (عون المعبود ص۲ ج۱)

یعنی حمد وثنا کے بعد اللہ کا غلام وفقیر ابوعبدالرحمن شرف الحق جو کہ محمد اشرف کے نام سے مشہور ہے عرض کرتا ہے کہ یہ متفرق فوائد اور مفید حواشی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے اس کا نام عون المعبود علی سنن ابی داؤد رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو کو قبول فرمائے۔

اس کے علاوہ اس کا واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ پہلی دو جلدوں میں تقریباً ہر اہم بحث کے بعد وہ فرماتے ہیں۔

"وقد الحال اخوانا المعظم فی شرح حدیث فی غایۃ المقصود "

اور کبھی لکھتے ہیں۔

والبسط فی غایۃ المقصود۔

یعنی اس حدیث کی شرح میں ہمارے بھائی نے غایۃ المقصود میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا خلیل احمدؒ سہارنپوری نے بذل المجہود میں اور صاحب معجم المطبوعات نے بھی اس کو مولانا محمد اشرف کی تصنیف قرار دیا ہے۔ جس سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ عون المعبود کے شارح مولانا محمد اشرفؒ مرحوم ہیں مگر جب ہم اس کی تیسری جلد کے اواخر اور چوتھی کا افتتاحیہ اور خاتمہ کو دیکھتے ہیں تو یہ یقین تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ عون المعبود کے اواخر میں ملحقہ تقاریظ میں بھی اسے مولانا ڈیانوی ہی کی تصنیف قرار دیا گیا ہے اور مولانا امام خاں نوشہروی مرحوم نے اپنے مقالہ "ہندوستان میں علم حدیث" میں بھی اسے محدث ڈیانویؒ ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ جس سے بظاہر یہ معاملہ الجھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن غور و فکر کے بعد جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اختصار بھی دراصل محدث ڈیانویؒ ہی کی طرف منسوب کیے جانے کا مستحق ہے۔ جس پر حسب ذیل امور دلالت کرتے ہیں۔

(۱) بظاہر گو یہ اختصار مولانا محمد اشرفؒ کا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تلخیص و تحقیق میں اکثر و بیشتر چونکہ حضرت ڈیانویؒ ہی کے فرمودات کا حصہ ہے۔ اس لیے اسے مولانا ڈیانویؒ کی طرف منسوب کرنا چاہیئے۔ اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ سوالات الحاکم اور سوالات السلمی وحمزۃ عن الدارقطنی کو اصحاب التراجم نے امام دارقطنی کی تصنیف قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان کے جامع اور مرتب امام حاکمؒ، ابو عبدالرحمٰن سلمی اور حمزہؒ اسہمی ہیں۔ امام دارقطنی کی معروف کتاب "العلل" بھی امامؒ برقانی کی مرتبہ ہے اور امام دارقطنیؒ سے سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ بایں ہمہ وہ امام دارقطنیؒ ہی کی کتاب شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح "عون المعبود" میں گو قلم مولانا محمد اشرفؒ کا ہے۔ لیکن یہ نتیجہ ہے مولانا ڈیانویؒ کے نظر و فکر کا اس لیے اسے مولانا ڈیانوی کی طرف منسوب کرنا چاہیئے۔ اور اس اعانت کا اعتراف خود مولانا محمد اشرفؒ یوں کرتے ہیں۔

وقد اعانني شاحه في هذه الحاشية في حل من المواضع واحد في كثير من المواضع فكيف يكفر

یعنی اس اختصار میں ابوداؤد کے شارح نے اکثر مقامات میں میری مدد کی ہے لہٰذا ان کے شکر کا انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد اس اختصار کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہمارے بڑے بھائی جنہوں نے ایک شرح غایۃ المقصود کے نام سے لکھنے کی داغ بیل ڈالی ہے فرمایا کرتے تھے کہ یہ شرح بڑی طوالت اختیار کر گئی ہے۔ معلوم نہیں یہ اس صورت میں مکمل بھی ہوتی ہے یا نہیں اور نہ ہی میں اسے مختصر کرنا پسند کرتا ہوں۔ ادھر حبیب مکرم مولانا تلطف حسین رحمہ اللہ عظیم آبادی اس پر مصر تھے کہ ایک مختصر شرح کا بھی ہونا ضروری ہے۔ میں ان کی بات کو رد نہ کر سکا تاہم آمادگی کا اظہار بھی نہ کیا۔ اسی اثنا میں علامہ ابوالطیب رحمۃ اللہ نے اسی بات کا مجھے حکم دیا تو میں نے معذرت کر دی۔ لیکن انہوں نے میری معذرت قبول نہ کرتے ہوئے فرمایا۔ تمہیں یہ کام ہر حال میں کرنا چاہیئے۔ مقدور بھر میں بھی تمہارے ساتھ تعاون کرتا رہوں گا۔ تو میں نے اللہ کریم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کام کا آغاز کر دیا۔"

جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس اختصار میں فکری راہنمائی محدث ڈیانوی ہی کی تھی اور انہیں کے تعاون سے مولانا محمد اشرف مرحوم نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔

(۲) عون المعبود کو محدث ڈیانوی رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دینے کی دوسری بڑی وجہ مولانا تلطف حسین رحمہ اللہ کی شہادت ہے جو محدث موصوف کے ہم عصر۔ بلکہ ہم سبق اور بے تکلف دوست بھی تھے اور جن کے اہتمام سے یہ شرح شائع ہوئی۔ چنانچہ موصوف کے بیان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ

مولانا شمس الحق صاحب کو شرح ابو داؤد لکھنے کا خیال حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ محدث دہلوی کی ترغیب سے ہوا۔ سنن کے گیارہ نسخوں کو جمع کیا اور ایک صحیح نسخہ تیار کیا۔ اس کے علاوہ، الاطراف للمزی، تلخیص السنن للمنذری، معالم السنن للخطابی اور دیگر نایاب کتب کو بھی پیش نظر رکھ کر غایۃ المقصود کی تالیف شروع کی۔ مگر بعض وجوہ کی بنا پر اسی دوران ایک مختصر شرح لکھنے کا خیال پیدا ہوا تو عون المعبود کا آغاز کر دیا۔ متن کی تصحیح اور شرح کی تالیف میں ہاتھ بٹانے کے لیے علماء کا بورڈ تشکیل دیا اور ان سے حسب استعداد کام لیا۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں (۱) مولانا ابو عبدالرحمٰن

شرف الحق معروف بہ محمد اشرف ۔ (۲) حضرت مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری تحفۃ الاحوذی (۳) مولانا محمد ادریس صاحبزادہ حضرت ڈیانوی (۴) مولانا عبدالجبار ڈیانوی جو حضرت مصنف رحمۃ اللہ کے بھائی تھے۔" عون المعبود ص۵۵۳ ج ۴۔

مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے اس بورڈ میں مولانا قاضی یوسف بن حسین ہزاروی اور مولانا محمد شاہ جہان پوری کو بھی شامل کیا ہے (تراجم علمائے حدیث ہند ص۱۱۲) واللہ اعلم۔ اس تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ حضرت ڈیانوی نے شرح کے سلسلہ میں ان حضرات سے استعداد کے مطابق کام لیا۔ البتہ پہلی دو جلدوں کے اختصار میں چونکہ مولانا محمد اشرف صاحب نے نمایاں حصہ لیا ہوگا۔ اس لیے ان کا نام ان جلدوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن آخری دو جلدوں میں جب یہ امتیاز نہ رہا تو غالباً اسی بنا پر ان میں ان کا نام بھی نظر نہیں آتا۔ لہٰذا انہیں عون المعبود کا مصنف و شارح قرار دینا صحیح نہیں وہ صرف اس علمی بورڈ کے ایک رکن تھے۔ چھوٹا بھائی ہونے اور علمی استعداد کی بنا پر اگر محدث ڈیانوی نے ان سے ابتدائی مباحث قلم بند کرا لئے اور ان کی دلدہی کی خاطر انہیں اپنی طرف منسوب کرنے کی اجازت دی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہی اصل شارح ہیں اور یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ جب غایۃ المقصود کی تکمیل مشکل نظر آئی تو بالآخر محدث ڈیانوی نے بنفسِ نفیس اس کام کا خود بیڑا اٹھایا اور رفقاء کی اعانت سے اس کی تکمیل کی اور ابتدائی جلدوں میں چونکہ اختصار کا کام بالفعل مولانا محمد اشرف صاحب نے کیا ہے۔ اس لیے اس حصہ میں تو ان کا نام پایا جاتا ہے۔ مگر بعد کی جلدوں میں ایسا نہیں۔

۳۔ التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی

کتب حدیث میں سنن دارقطنی کا شمار گو تیسرے طبقہ میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کی خوبی کے لیے یہی بات کافی ہے کہ علمائے فن نے اسے "مظان حسن" میں شمار کیا ہے (تدریب الراوی ص۹۸) حاجی خلیفہ اور طاش کبری زادہ نے احادیث کی امہات الکتب میں اسے شمار کیا ہے۔ "امام دارقطنی" کے عنوان سے ادارہ علوم اثریہ کی طرف سے ہمارا ایک مقالہ شائع ہو چکا ہے جس میں ہم نے سنن دارقطنی کی اہمیت پر کافی شرح و بسط

سے بحث کی ہے جو قابلِ دید ہے۔

حدیث کی یہ بلند پایہ کتاب ہمارے محدّث ڈیانوی رحمۃ اللہ کی محنت و کاوش سے منصہ شہود پر آئی "سنن دارقطنی" کا ایک نہایت خوشخط کامل نسخہ ان کی ذاتی ملکیت تھا۔ دوسرا نسخہ شیخ عبدالغنی الزبیدیؒ کا مصحح نسخہ جو انہوں نے مولانا نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ سے مستعار لیا۔ اور تیسرا نسخہ مولانا رفیع احمدؒ شکرانوی سے حاصل کیا جو محدّث موصوف کے ہم عصر و ہم مشرب بزرگ تھے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ یہ نسخہ گو ناقص تھا لیکن بہت قدیم اور صحیح تھا۔ جس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس پر بائیس[۲] کبار حفاظِ حدیث کے دستخط تھے جن میں حافظ ابوالحجاج المزیؒ، حافظ عبدالمومن دمیاطی، حافظ عراقیؒ، حافظ الدنیا ابنِ حجر عسقلانیؒ شیخ عبداللہؒ بن عمر العجمی، شیخ صالح فلانی، علامہ ہیثمیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں[۱] محدّث ڈیانویؒ نے ان تینوں نسخوں کو سامنے رکھ کر سند و متن کی تصحیح کی اور حاشیہ میں جا بجا نسخوں کے اختلاف کا بھی ذکر فرمایا اور دوران مطالعہ و تصحیح سند و متن میں جہاں ابہام محسوس فرمایا اس کی توضیح و تشریح کر دی جو "التعلیق المغنی" کے نام سے ساتھ ہی طبع ہوئی۔ خود مؤلف موصوف لکھتے ہیں۔

هذه تعليقات شتى علقتها على السنن للامام علي بن عمر بن احمد الدارقطني. وقت مطالعة ذلك الكتاب المبارك (التعليق المغني ص۲)

کتاب کے شروع میں ایک تو مقدمہ ہے جس میں تین فصلیں ہیں۔ (۱) فصل اوّل میں دارقطنی کے حالات (۲) فصلِ ثانی میں رواۃ السنن اور نسخوں کا اختلاف بیان یہ بات فائدہ سے خالی نہیں کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے بستانِ محدّثین ص۴۸ میں اور انہی کی اتباع میں محدّث ڈیانوی نے ذکر کیا ہے کہ امام دارقطنیؒ سے سنن کا سماع گو ان کے متعدد تلامذہ نے کیا ہے۔ لیکن اس کی روایت کا یہ سلسلہ جن حضرات سے قائم ہے وہ تین ہیں (۱) امام ابوبکر محمد بن عبدالملک بن بشران (۲) امام ابوطاہر محمد بن احمد بن محمدؒ (۳) امام ابوبکرؒ احمد بن محمدؒ بن احمد البرقانی۔ ان کے علاوہ ابومنصور محمد بن محمد الفوقانی

---

[۱] الشتہار لمحقہ غایۃ المقصود (۱) علاء اهل العصر، التعلیق المغنی ۲ لطبقۃ الاولیٰ۔

ابو الطیب، طاہر بن عبد اللہؒ عرض کرتا ہے کہ ان حضرات کے علاوہ احمدؒ بن محمدؒ بن احمد بن عبد اللہ بن الحارث ابو بکر التیمی المقری المتوفی ۴۳۰ھ بھی امام دار قطنیؒ سے سنن کے کے راوی ہیں۔ جبکہ امام بیہقی نے السنن الکبریٰ اور کتاب القراءۃ وغیرہ میں سنن دار قطنی کی روایات انہی کے واسطہ سے ذکر کی ہیں۔ علامہ ابن العماد لکھتے ہیں راوی السنن عن الدار قطنی، شذرات (ص ۲۴۵ ج ۳)

اور مقدمہ کی تیسری فصل میں محدث ڈیانویؒ نے امام دار قطنی تک اپنے سلسلہ سند کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد التعلیق المغنی کا آغاز ہوتا ہے جسے بادی النظر میں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں محدث مبارکپوری نے، رجال کی تحقیق، ضبطِ اسماء، اسانید کی تعلیل وتصحیح احادیث کی تخریج، اماکن کی توضیح، غریب الحدیث کی تشریح کا خصوصی اہتمام کیا۔ اسی طرح حسب ضرورت فقہی مباحث میں بھی کافی شرح بسط سے کلام کیا ہے۔ مثلاً باب اعادۃ الصلاۃ فی جماعۃ کے تحت لکھتے ہیں۔

"یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ مسجد میں ایک یا دو مرتبہ یا اس سے زیادہ بار بھی جماعت ہو چکی ہو تو پھر بھی اس میں جماعت سے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ متعدد صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کا اس پر عمل رہا ہے اور جن حضرات نے دوبارہ جماعت کو مکروہ فرمایا ان کا یہ قول ضعیف بلکہ بلا دلیل ہے۔

اس کے اپنے اس دعویٰ نے حضرت انسؓ، ابو سعید الخدریؓ، ابو امامہؓ اور سلمان فارسیؓ کی روایات سے استدلال کرنے اور ان کی فنی حیثیت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس قصہ کا ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس نووارد کے ساتھ نماز جماعت سے دوبارہ پڑھی۔ جبکہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی نماز پڑھا چکے تھے اور یہاں یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ حضرت صدیقؓ کا اس نووارد صحابی کے ساتھ نماز پڑھنا اس پر جماعت کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ ابن ماجہ اور دوسری کتب احادیث میں

بالصراحت مروی ہے کہ الاثنین فما فوقھا جماعۃ کہ دو یا اس سے زائد جماعت ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس واقعہ سے استدلال تام نہیں کیونکہ اس میں تو مفترض کی اقتدا متنفل کے لیے جائز ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ حالانکہ بحث مفترض کی مفترض کے پیچھے نماز پڑھنے میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ۔ الا رجل یتصدق علی ھذا یا ایکم یتجر علی ھذا عام ہیں جو مفترض اور متنفل دونوں کی اقتدا کو شامل ہیں۔ اور اگرچہ اس واقعہ میں متنفل کے لیے مفترض کی اقتداء ثابت ہوتی ہے لیکن اس سے عموماً دوبارہ جماعت کرانے سے منع کرنا بھی محتاج دلیل ہے۔ جبکہ اصول یہ ہے کہ ایک خاص واقعہ سے عام الفاظ کو مقید نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس پر حضرت انس رضؓ راوی حدیث کا عمل بھی شاہد ہے جسے ابو یعلیٰؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے یوں ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے بیس ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز ہو جانے کے بعد مسجد بنی ثعلبہ میں تشریف لائے، تو انہوں نے ایک آدمی کو آذان اور اقامت کا حکم دیا۔ پھر تمام ساتھیوں سمیت جماعت سے نماز ادا کی۔ امام ترمذیؒ بھی فرماتے ہیں کہ یہی قول متعدد صحابہ کرام اور تابعین عظام کا ہے کہ مسجد میں دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے۔ امام احمدؒ اور اسحاقؒ اسی بات کے قائل ہیں۔ مگر دوسرے اہل علم مثلاً امام سفیان ثوریؒ اور ابن مبارکؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کا خیال ہے کہ جب جماعت ہو جائے تو دوبارہ اکیلے نماز پڑھنا چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ پہلا قول صحیح ہے۔ اس پر دلائل بھی ہیں۔ ہمارے شیخ محمد نذیر حسین محدث دہلوی کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ ملخصاً۔

"التعلیق المغنی" پہلی بار ۱۳۱۰ھ میں مطبع انصاری دہلی سے ۴۵۵ بڑے صفحات پر مشتمل طبع ہوئی۔ جس کے آخر میں علامہ حسینؒ بن محسن انصاری کے دو گراں قدر رسالے بھی مطبوع ہیں۔ پہلا رسالہ "البیان المکمل فی تحقیق الشاذ والمعلل" اور دوسرا "القول الحسن المتین فی ذب المصافحۃ بالید الیمنی" ہے یہ نسخہ چونکہ محدث ڈیانویؒ نے اپنی زیر نگرانی طبع کرایا تھا۔ اس لیے اس میں انہوں نے سنن کی تصحیح کا مقدور بھر

اہتمام فرمایا نسخوں کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے جا بجا ان کی علامت سے دوسرے نسخوں کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ کاتب کی غلطی سے جہاں کہیں اغلاط پائے گئے "مزیل الاغلاط" کے نام سے اس کا صحت نامہ بھی شائع کیا۔ لیکن افسوس طبع ثانی میں جو کہ ۱۳۸۶ھ میں بمطابق ۱۹۶۶ء میں شیخ عبداللہ ہاشم یمانی المدنی کی تصحیح سے شائع ہوئی۔ اسمیں ان امور کا چنداں اہتمام نہیں کیا گیا۔ بلکہ اختلاف نسخہ کو تو بالکلیہ نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جس سے لبسا اوقات عبارت میں عجیب الجھاؤ پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً باب القہقہۃ فی الصلاۃ وعللہا کے تحت امام دارقطنی رح ایک جگہ ابوالعالیہ رح کی روایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کان اربعۃ یصدّقون من حدثہم ولا یبالون ممن یسمعون الحدیث الحسن وابوالعالیۃ وحمید بن ہلال قال الشیخ ولم یذکر الرابع"

محدث ڈیانوی یہاں "ہلال" پر نسخہ کی علامت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" ہلال وداؤد بن ابی ہند"۔ سنن دارقطنی ص ۶۳ طبع ہند۔

اسی طرح حافظ ابن حجر رح نے تہذیب التہذیب ص ۵۲ ج ۳ میں حمید بن ہلال کے ترجمہ میں صراحت کی ہے کہ "شیخ نے تین کا ذکر کیا ہے اور چوتھے راوی کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ سنن کے بعض نسخوں میں داؤد بن ابی ہند کا نام بھی ملتا ہے"۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ اس مصری طبع میں چوتھے راوی یعنی داؤد بن ابی ہند کو متن میں ذکر کرنے کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا گیا ہے "ولم یذکر الرابع" ملاحظہ ہو (ص ۱۷۲ ج ۱)۔ اسی طرح طبع ہند کے صفحہ ۲۲۸ سطر بیس میں "اخبرنا عمرو بن دینار" پر محدث ڈیانوی رح لکھتے ہیں۔ ھکذا فی النسخ الموجودۃ لعلہ عمرو بن دینار" اور ص ۲۲۹ سطر ۸ میں عن ابن شریح الخزاعی کے متعلق لکھتے ہیں۔ ھکذا فی النسختین وھو ابو شریح کما فی روایۃ اُخری لکن یصح ابن شریح ایضا بقول من قال اسم ابی شریح خویلد بن شریح بن عمرو یعنی دو نسخوں میں اسی طرح ابن شریح ہے۔ مگر دراصل وہ ابوشریح ہے۔ جیسا کہ بعد کی روایت میں ہے۔ لیکن ابن شریح بھی صحیح ہے۔ جبکہ کہا گیا ہے کہ ابوشریح کا نام خویلد بن شریح بن عمر ہے۔ لیکن طبع ثانی میں اوّل الذکر مقام پر اصل نسخہ کی بجائے عمر بن دینار ہی نقل کر دیا

گیا ہے۔ اور ثانی الذکر مقام میں "ابن شریح" کی جگہ "ابو شریح" کر دیا گیا ہے اور بس۔ دیکھیے علی الترتیب صفحہ ۹۵ سطر ۵ صفحہ ۱۶ سطر ۱۴ ج ۲) جس سے ایک طرف تو محدث ڈیانوی کی دیانت وامانت کا ثبوت باہم پہنچتا ہے تو دوسری طرف طبع ثانی کے مصحح جناب عبداللہ ہاشم صاحب کی تساہل پسندی کا بھی علم ہوتا ہے اور اگر سنن کی طبع اوّل میں کوئی غلطی بشری تقاضے کے مطابق رہ بھی گئی ہے تو اس پر قطعاً غور نہیں کیا گیا مثلاً "باب الصلاۃ المریض جالساً بالمؤمنین" کے تحت پانچویں حدیث کی سند یوں ہے۔ عن عبداللہ بن ابی السفر عن عبداللہ بن الارقم بن شرحبیل عن ابن عباس الخ۔ طبع اوّل وثانی میں یہ سند یوں ہی منقول ہے۔ حالانکہ صحیح عبداللہ بن ابی السفر عن الارقم بن شرحبیل ہے۔ جیسا کہ مسند احمد صفحہ ۲۰۹ ج ۱ میں ہے۔

علامہ زیلعیؒ نے مسند بزار سے بھی یہ روایت بواسطہ ارقم ہی ذکر کی ہے (نصب الرایہ صفحہ ۵۱ ج ۲) معلوم یوں ہوتا ہے کہ کاتب کی نظر عبداللہ بن ابی السفر لکھنے کے بعد پھر عبداللہ پر جا گری اور اس کے بعد عبداللہ بن الارقم بن شرحبیل لکھ دیا ہے۔ یاد رہے کہ نصب الرایہ کے حاشیہ میں سنن دارقطنی کے حوالہ سے جو عبدالملک بن الارقم لکھا گیا ہے وہ بھی غلط ہے۔ صحیح عبداللہ بن الارقم ہے۔

ہاں تو بات "التعلیق المغنی" کی طبع ثانی کے متعلق تھی کہ شیخ عبداللہ صاحب نے اس میں خاصا تساہل سے کام لیا ہے اور ان کا یہ تساہل معجم طبرانی صغیر طبع ثانی میں بھی نظر آتا ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ان کتابوں کا مطالعہ کرنے والے احباب کو ان امور کا خیال رکھنا چاہیئے۔ حال ہی میں نشر السنۃ ملتان کی طرف سے التعلیق المغنی کا تیسرا ایڈیشن بھی شائع ہو گیا ہے جس پر سنہ طباعت مذکور نہیں۔ لیکن یہ غالباً اسی سال ۱۴۰۰ھ کا ہے۔ یہ ایڈیشن دراصل مصری نسخہ کا ہی عکس ہے۔ ناشرین حضرات سے ہم نے گزارش بھی کی کہ اس میں نسبتاً ہندی نسخہ کے اغلاط زیادہ ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہندی نسخہ کو شائع کیا جائے اور ہمارے ہاں یہی نسخہ حوالجات میں بھی متداول ہے۔ مگر بعض فنی وجوہ کی بنا پر انہوں نے مصری نسخہ کو ہی شائع کرنا مناسب سمجھا۔ ہمارے ہاں چونکہ سنن دارقطنی تقریباً نایاب تھی۔ اس لیے ناشرین حضرات بہرحال شکریہ کے مستحق ہیں۔ کہ بہترین کاغذ میں شائع کر کے سستے داموں اہل علم کے ہاتھوں ہاتھ پہنچانے کا اہتمام کیا ہے